نگار نامہ

عہد اورنگزیب کی ایک اہم تالیف

ڈاکٹر نور الحسن انصاری شعبۂ فارسی۔ دہلی یونیورسٹی۔ دہلی

نگار نامہ عہد اورنگزیب کی ایک اہم تالیف ہے جسے اس کے ۲۷ ویں سن جلوس (۹۵-۱۰۹۴ھ) ں لال چند ملتانی معروف بہ ملک زادہ نے مرتب کیا۔ ملک زادہ شہزادہ معظم کا منشی تھا اور شہزادہ کی ل میں بھی شرکت کے لئے روانہ ہوا تھا۔ مگر موسم کی خرابی اور غیر یقینی صحت کی وجہ سے اسے رسے واپس آنے کی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد وہ رحمت خاں دیوان دکن کی خدمت میں رہا ٹائر ہونے کے بعد اس نے یہ کتاب مرتب کی[1] نگار نامہ سے پہلے منشی لال چند نے ایک اور کتاب مہ مرتب کی تھی، مگر اس کا پتہ نہیں چلتا۔

نگار نامہ اورنگزیب کے فرامین، اس کے امرا اور حکام کے خطوط اور عریضے، شاہزادوں اور ت کے مراسلات، اور خود منشی لال چند اور دیگر منشیوں کے ذاتی خطوط پر مشتمل ہے۔

نگار نامہ سے عہد اورنگزیب کے انتظامی صورت حال، مالی معاملات اور زرعی نظام پر تفصیل سے روشنی پڑتی ہے اور اسی اعتبار سے اس کتاب کی اہمیت ہے۔ اورنگزیب کی شواریاں گوناگوں تھیں۔ خزانہ تقریباً خالی ہو چکا تھا۔ فوج کی تنخواہ باقی پڑ جاتی تھی باقاعدہ لی نہ ہونے کی وجہ سے مہمات حضور شاہی کا انتظام نہیں ہو پاتا تھا اس لئے روپیہ کے لئے ؤں سے بار بار تقاضا ہوتا تھا۔ عنایت خاں کے نام اس انداز کا فرمان ہے: شیخ محمد یک عرصہ سے آگرہ میں الہ آباد کے خزانے کا انتظار کر رہا ہے۔ شاہی اخراجات اور روپے

---

[1] شی لال چند ملتانی ملک زادہ: نگار نامہ، نولکشور، ۱۸۸۲، ص ۶-۹

کی ضرورت کے بارے میں بار بار لکھا جا چکا ہے۔ اس لئے اگر آگرہ کے خزانہ سے دس لاکھ سرکار معلیٰ میں جو بارہ لاکھ ہے، سب بھیج دیا جائے تو بہتر ہے ورنہ جاگیر سے جو کچھ وصول اسے رقم مذکور پر اضافہ کر دیا جائے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو وہی دس لاکھ فوراً روانہ کر دیا جائے تاکہ مہمات حضور شاہی کی تکمیل ہو سکے اور فوج کو تنخواہ دی جا سکے[1]

مگر گورنروں کی اپنی مجبوریاں تھیں۔ روپیہ نہ ہونے کی شکل میں وہ رقم فراہم کر نے سے معذور تھے۔ ایسی صورت میں دوسرے اضلاع کے خزانوں سے رقم قرض لی جاتی تھی ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب میں جاگیروں کی تبدیلی سے چھ لاکھ سات ہزار روپیہ فرق پڑا۔ چونکہ وہاں کے خزانے میں اتنی رقم نہیں تھی۔ اس لئے اٹاوہ کے خزانہ کے نام کا پروانہ روانہ کر دیا گیا[2] ایک اور خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پینتیس لاکھ روپیہ جو سرکار خالصہ کے ذمہ ہے اور تقریباً ۹ مہینے کی تنخواہ ہے، اس کی وصولی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ادھر صرافوں پر اعتبار نہ ہونے سے ہنڈی نہیں بھیجی جا سکتی اور جمعیت نہ ہونے سے اندر... دہلی اور آگرہ سے تین تین لاکھ روپیہ منگوا لیا گیا ہے[3]

خزانہ کی رقم کا روزانہ ہیورا تیار کیا جاتا تھا۔ دیوان اور کروڑی کو تاکید تھی تمام رقم خزانہ کے کوٹھے میں مہر اور قفل میں رکھی جائے اور روزانہ کے آمد و خرچ کا تفصیلی تیار رکھا جائے[4]

مالیات کے سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ غیر معیاری سکوں کا تھا۔ بعض مرتبہ خود ٹکسال غیر معیاری سکے جاری ہو جاتے تھے۔ اس لئے ٹکسال افسر کو زبردست تاکید تھی کہ سکوں ضرب میں معیار کا پورا خیال رکھا جائے[5] فوطہ دار کو حکم تھا کہ لین دین میں عالمگیر

---

[1] نگارنامہ ص ۶۹ [2] نگارنامہ ص ۳۸ [3] نگارنامہ ص ۳۸
[4] نگارنامہ ص ۸۴، ۸۷ [5] نگارنامہ ص ۱۴۱

لیں یا شاہ جہانی ۔ کم وزن روپیہ جو رائج بازار نہیں ہے، ہرگز نہ لیا جائے ۔ اور اگر لیا
ے تو اس کی قیمت تبادلہ کا پورا خیال رکھا جائے[۱] اس سلسلہ میں یہ بات دلچسپی سے
نہیں کہ ملتان کے ناظم ٹکسال کی تنخواہ پچاس روپے ماہوار اور ٹھٹھہ ٹکسال کے افسر کی تنخواہ
لیس روپے ماہوار تھی[۲] لیکن سندھ کے محتسب کو صرف پاؤ روپیہ روزانہ ملتا
ے[۳]

سرکار کی طرف سے غالباً قیمتوں کے تعین کا کوئی منظم عملہ نہیں تھا لیکن امین نرخ کی،
ت سے ایک افسر کام کرتا تھا جو بعض چیزوں کی پرچون اور تھوک قیمتوں کا تعین کرتا تھا
سے یہ تاکید تھی کہ قیمتوں کا تعین ایسی احتیاط سے کرے بیوپاریوں پر کوئی زیادتی نہ ہو[۴]
خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آصف نگر کی منڈی میں نمک کے دو نرخ تھے ۔ ایک بیوپاریوں
لئے اور دوسرا کاشت کاروں کے لئے ۔ اور دربار سے یہ حکم ہوا کہ دونوں نرخ باقی
جائیں[۵]

بیوپاریوں سے کمیشن وصول کرنے کے لئے مقوم مقرر کئے جاتے تھے ۔ بدری
س اور نین سکھ کو بنارس میں مقومی کی خدمت پر مامور کیا گیا تو انہیں ہدایت
کہ کپڑے کی قیمت اس طرح مقرر کریں کہ کمیشن کی وصولیابی میں کوئی فرق نہ
ے[۶]

اگرچہ اورنگ زیب نے کئی نئے ٹیکس لگائے تھے ۔ مگر معافی اور رعایت کی آسانیاں
تھیں ۔ امیر الامرا کے وکیل نے عرضی گذرانی کہ مکان کی تعمیر کے لئے ۵ ہزار مالیت کی
لکڑی سے لائی ہے ۔ حکم ہوا کہ لکڑی کا کوئی محصول نہ لیا جائے[۷] ایک بار خالصہ

۱۔ نگارنامہ ص ۱۰۰ ۲۔ نگارنامہ ص ۱۵۳، ۱۴۴ ۳۔ نگارنامہ ۱۴۰ ۴۔ نگارنامہ ص ۱۴۲
۵۔ نگارنامہ ص ۵۷ ۶۔ نگارنامہ ص ۱۴۶ ۷۔ نگارنامہ ص ۱۴۶

شریفہ کے افسران نے رعایا سے گذشتہ سالوں کا بقایا طلب کیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ با
میں کچھ فوت ہوگئے ہیں کچھ فرار ہو گئے ہیں اور جو رہ گئے ہیں وہ نادار ہیں۔ حکم ہوا کہ بقایا
سے لیا جائے جو واقعی دے سکتے ہوں۔ فوتی، فراری اور نادار کو معاف سمجھا جائے[1]
سلسلہ میں ان تاجروں کے لئے خاص رعایت تھی جو بیرونی ممالک سے سامان لاتے تھے
خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ درآمد کرنیوالوں کے ساتھ خاص رعایت تھی اور اگر وہ درب
خرید کرتے تھے تو ان سے کوئی محصول نہیں لیا جاتا تھا[2]

اورنگ زیب نے غیر مسلم رعایا پر جزیہ لگایا تھا۔ اس ٹیکس کی وصولی سے حکو
نے اپنے اوپر بہت بڑی ذمہ داری لے لی تھی۔ اب اس کا فرض تھا کہ کسی غیر مسلم کی ج
مال اور عزت آبرو کو کوئی نقصان پہنچے تو حکومت اس کی تسلی بخش تلافی کرے۔ پھر بھی ا
طعن و تشنیع کا ہدف بنا ہوا ہے کہ اس نے اندھا دھند جزیہ وصول کیا۔ نگارنامہ کے دو
سے اورنگزیب کی جزیہ پالیسی پر واضح روشنی پڑتی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پ
علامہ سید سلیمان ندوی نے ان فرامین کی طرف اشارہ کیا تھا۔ پہلے فرمان کی رو سے جزیہ
والے اپنی آمدنی کے مطابق تین حصوں میں منقسم تھے اور تینوں گروپ سے جزیہ کی الگ
رقم لی جاتی تھی[3] دوسرے فرمان کی رو سے اورنگزیب نے یہ واضح حکم دیا کہ جن نا
کاشتکاروں کی آمدنی مشکل سے انکی اور انکے مویشیوں کی خوراک اور بیج کے لئے کافی ہ
ہے۔ ان سے ہرگز جزیہ نہ لیا جائے تاکہ وہ فراغت سے اپنے پیشہ میں مشغول رہیں کیونکہ ا
رعیت کا امان اور ملک کی آبادی ہے[4]

نگارنامہ سے عہد اورنگ زیب کے انتظامیہ کی بڑی روشن تصویر سامنے آتی ہ

---

[1] نگارنامہ ص ۱۴۹ [2] نگارنامہ ص ۸۲، ۱۵۶ [3] نگارنامہ ص ۱۱
[4] نگارنامہ ص ۱۳۹

ہر افسر کو مقرر کرتے وقت جو ہدایات دی جاتی تھیں ان کا تفصیلی بیان ملتا ہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد افسران کو ایسے سرکلر بھیجے جاتے تھے جن میں انہیں اپنے فرائض کی یاد دہانی کرائی جاتی تھی اور اپنے طرزِ عمل کو راست رکھنے کی تاکید ہوتی تھی۔ ایسی ہدایات دیوان، عامل، کوتوال، امین، کروری، فوطہ دار، قلعہ دار، مقوم، فوجدار، واقعہ نویس اور دیگر عہدے داروں کے نام ملتی ہیں۔ ان ہدایات سے اورنگزیب کی سوجھ بوجھ، فراست بصیرت اور انتظامی دوراندیشی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ چند ہدایات ملاحظہ فرمائیے۔

دیانت بیگ فوجدار کو:۔

دیانت بیگ نظم و نسق کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑے مفسدوں اور ڈاکوؤں کے قلع قمع کرنے اور راستوں کو محفوظ رکھنے میں پوری سعی کرے اور ایسا انتظام کرے کہ تمام رعایا اور کاشت کار فارغ البالی سے کھیتی باڑی میں مصروف رہیں۔ مسافروں کو کوئی ..... تکلیف نہ ہونے پائے۔ تمام معاملات کا فیصلہ ارباب عدالت کے اتفاق سے از روئے شریعت کیا جائے اور تھانہ داروں کو پوری تاکید کردے کہ کسی غلط مد میں کوئی رقم نہ لیں لے

کوتوال کو یہ حکم تھا کہ تمام رعایا کو اپنے حسن سلوک سے راضی رکھے اور شہر کی چوکیداری میں پوری ہوشیاری سے کام لے تاکہ چوری کا نام تک نہ رہے۔ اور وہاں کے لوگ آرام کر کے اپنے کام میں مشغول رہیں۔ اگر کوئی کسی جرم میں پکڑا جائے تو اسے قید کرنے اور رہا کرنے میں قاضی کے دستخط کے مطابق عمل کرے اور اس طرح احتیاط برتنے کہ کوئی کسی کمزور پر زبردستی نہ کرپائے ۲ے

واقعہ نویس کا فرض تھا کہ تمام واقعات بے کم و کاست لکھ کر ہفتہ کے ہفتہ مرکز

لے نگار نامہ ص ۸۷ ۲ے نگار نامہ ص ۹۰

کو روانہ کرے لیے امین کو یہ قدغن تھا کہ کوئی زائد رقم از قسم بھنبٹ، فصلانہ، فرمائش وغیرہ نہ لے تاکہ رعیت مرفہ الحال اور جمع خاطر ہو کر اپنے پیشہ میں مصروف رہے [2]

اس سلسلہ میں اورنگ زیب نے پندرہ اصولوں پر مشتمل ایک دستور العمل مرتب کیا تھا جس پر ہر دیوان کو عمل کرنا لازمی تھا۔ یہ اصول انتظامیہ کے مختلف شعبوں پر حاوی تھے۔ اور ان پر سختی سے پابندی کی تاکید ہوتی تھی۔ اس دستور کے مطابق ہر دیوان کو حکم تھا کہ:-

(۱) عاملوں، چودھریوں اور قانون گویوں کو خلوت میں اجازت نہ دے بلکہ سر دربار بلائے اور عام رعایا کو عرض حال کے لئے خلا ملا میں آنے کی اجازت ہو۔

(۲) عاملوں کو پوری تاکید کی جائے کہ رعایا کی خبر گیری کرتے رہیں تاکہ ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق پچھلے سال سے زیادہ کاشت کرے۔ اچھی جنس پیدا کرے اور قابل زراعت زمین افتادہ نہ چھوڑے۔

(۳) جب دیوان کسی دیہات سے گذرے تو وہاں کی پیداوار اور کاشت کاری کی بساط کا خیال رکھے۔ اگر معلوم ہو کہ کاشت کار پر کوئی زیادتی ہوئی ہے تو اسے اس کا حق دلائے۔

(۴) تمام افسران کو یہ تاکید رہے کہ کوئی ممنوعہ رقم نہ لیں اور اگر کوئی افسر ایسی رقم لینے سے تاکید کے باوجود باز نہ آئے تو اس کی حقیقت ہمارے حضور میں لکھی جائے تاکہ اسے نوکری سے معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے کا تقرر کیا جائے [3]

ان چند اصولوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ افسران کے طرز عمل پر حکومت کی خاص نظر رہتی تھی۔ ایک اور فرمان میں حکم ہوا کہ وفادار افسران کا آئین یہ ہے کہ ہمیشہ جزرسی

---

[1] نگارنامہ ص ۸۸ [2] نگارنامہ ص ۷۱ [3] نگارنامہ ص ۹۹

کارپردازی، کفایت شعاری اور رعیت کی بہبود پیشِ نظر رکھیں[۱]

لیکن دیوان کی چوکسی اور دربار کی تاکید کے باوجود افسران ناجائز رقم بھی لیتے تھے اور رعایا کو تنگ بھی کرتے تھے۔ ایسے افسران کے خلاف بادشاہ کو برابر شکایتیں پہنچتی رہتی تھیں۔ اور ان کے خلاف فوراً تعزیری کارروائی کی جاتی تھی۔ ایک عرضداشت میں درخواست کی گئی کہ سرکار خالصہ کے فوجدار رعایا کو بہت تکلیف پہنچاتے ہیں۔ انکے گماشتے لوگوں کو بیگار میں پکڑتے ہیں اور کسانوں اور کمزوروں کو تنگ کرتے ہیں[۲]

ایک فرمان میں حکم ہوا کہ وقائع لاہور سے بکر معلوم ہوا کہ فیلبان عام رعایا کو آزار پہنچاتے ہیں اور لوگ جوق در جوق آکر ان کے ظلم کے خلاف امانت خاں حاکم سے فریاد کرتے ہیں۔ اس لئے امانت خاں کو حکم دیا جاتا ہے کہ جو خلق خدا کی آزار رسانی کرتے ہوئے پایا جائے، اسے نوکری سے برطرف کردیا جائے اور ایسا انتظام کیا جائے کہ کمزوروں کے جان ومال کو کوئی نقصان نہ پہنچے[۳]

اورنگ زیب انتظامی معاملات میں کسی شہر کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتتا تھا۔ دہلی ہو یا آگرہ، اجمیر ہو یا بنارس، ہر شہر کے حسن انتظام پر اس کی پوری توجہ ہوتی تھی۔ چنانچہ مرزا بیگ کو بنارس کا کوتوال اور میر بحر مقرر کرتے ہوئے اس نے یہ حکم دیا کہ مرزا بیگ راستی اور دیانت پر قائم رہے اور ایسا انتظام کرے کہ شہر میں کوئی چوری نہ ہو اور وہاں کے رہنے والے امن وامان سے اپنی روزی روٹی میں مشغول رہیں۔ دریائے گنگا سے گذرنے والوں سے کوئی محصول نہ لیا جائے اور کوئی ملاح اپنی مقررہ اجرت سے زیادہ نہ لے[۴]
اسی طرح پٹنہ کے داروغۂ بحر کو حکم ہوا کہ دیوان کے مشورے سے ملاحوں کی مناسب اجرت

---

[۱] نگارنامہ ص ۷۱ [۲] نگارنامہ ص ۲۷ [۳] نگارنامہ ص ۶۶
[۴] نگارنامہ ص ۱۴۱

مقرر کرے تاکہ وہ کم وبیش نہ لیں [1]

نگار نامہ مغلوں کے زرعی نظام کے سلسلہ میں بہت اہم دستاویز ہے۔ اسکے مختلف خطوط سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زراعت سے متعلق حکومت کی بنیادی پالیسی کیا تھی اور اس پالیسی میں کاشت کار کی بہتری کہاں تک بنیادی اہمیت رکھتی تھی۔ اورنگ زیب کی زرعی پالیسی میں زمین پر بنیادی توجہ تھی۔ اس بات کی بار بار ہدایت کی جاتی تھی کہ افتادہ اراضی قابل کاشت بنائی جائے اور اچھی اراضی کاشت سے نہ رہ جائے۔ پرگنہ کے عاملوں کو حکم تھا کہ بنجر زمین جس طرح بھی ہوسکے آباد کی جائے تاکہ ایک بسوہ بھی بے کار نہ رہے [2] یہ بھی تاکید تھی کہ ہر پرگنہ میں مزروعہ اور غیر مزروعہ زمین کی الگ الگ تفصیل تیار کی جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ زمین کے نامزروعہ رہنے کی وجہ عاملوں کی بے توجہی ہے یا رعایا کی ناداری۔ نیز گذشتہ سال کے مقابلہ میں اس سال کی پیداوار کا کیا تناسب ہے [3] اسی طرح امین کو حکم تھا کہ بیج ڈالنے کے موسم میں تمام اراضی پر پہنچ کر پورا اہتمام کرے تاکہ کوئی قابل کاشت زمین نہ رہ جائے۔ [4]

زمین کے سلسلہ میں ایک جھگڑا یہ ہوتا تھا کہ جو اراضی دریا کا رخ بدلنے سے دوسری طرف جا پڑی ہے۔ اس کی ملکیت کس سے متعلق ہو۔ اورنگ زیب نے یہ حکم دیا کہ جس اراضی پر بیس سال تک کسی کا قبضہ ہو، وہ سیلاب کی وجہ سے دوسرے مالک کی نہیں ہوسکتی لیکن جو اراضی اس سے کم مدت میں دوسرے زمین دار کے حدود میں جا پڑی ہے، وہ اسی سے متعلق سمجھی جائے گی [5]

حکومت کاشت کاروں کو بیج فراہم کرنے میں غالباً کوئی آسانی نہیں فراہم کرتی

---

[1] نگار نامہ ص۔ ۱۴۵ [2] نگار نامہ ص۔ ۷۷ [3] نگار نامہ ص۔ ۷۷

[4] نگار نامہ ص۔ ۸۵ [5] نگار نامہ ص۔ ۱۴۷

تھی۔ لیکن اگر کوئی شخص سرکاری استعمال کے لئے کچھ کاشت کرنا چاہتا تو اسے سہولتیں بہم پہنچائی جاتی تھیں۔ ایک فرد سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص سرکاری استعمال کے لئے سولہ بیگھہ زمین تربوز کی کاشت کرنا چاہتا تھا۔ حکم ہوا کہ اسے جہاں پسند ہو، سولہ بیگھہ زمین دیدی جائے اور فالیز کی کاشت کے لوازم مہیا کئے جائیں۔[1]

زراعت کی بہتری کے لئے حکومت آبپاشی پر پورا دھیان دیتی تھی۔ چنانچہ ایسے احکام بار بار ملتے ہیں کہ نئے نالے کھودے جائیں۔ پرانے صاف کئے جائیں۔ سیلاب کی روک تھام کی جائے اور نوبت مقرر کردی جائے تاکہ ہر کوئی اپنی باری پر سینچائی کرے اور بغیر باری کے کوئی شخص اپنے کھیت کو پانی نہ دے۔[2] نالے کے علاوہ کنوؤں پر خاص توجہ تھی۔ حکومت کا فرض تھا کہ بیکار کنوؤں کی مرمت کرائے اور نئے کنویں کھدوائے۔[3] عاملوں کو تاکید تھی کہ اس سلسلہ میں رعایا پر اکتفا نہ کریں بلکہ ہر جگہ پہنچ کر خود دیکھیں کہ کسی کاشتکار کو سینچائی کے سلسلہ میں کوئی پریشانی تو نہیں ہو رہی ہے۔[4]

کاشت میں عموماً بٹائی کا اصول چلتا تھا۔ یعنی تیار غلہ میں سے آدھا حکومت لے لیتی تھی اور آدھا کاشتکار کو ملتا تھا۔[5] مگر جو افسران وصولی پر مامور ہوتے تھے، وہ مختلف عنوانات سے رعایا کو تنگ کرتے تھے۔ اس لئے اس بات کی بار بار تاکید ہوتی تھی کہ نصف غلہ رعایا کو اور نصف بلا خرچ سرکار کو ملے۔ اور کوئی افسر ایسی رقم نہ لے جو سرکار سے منع ہے۔[6] ایک اور فرمان میں ہے کہ کوئی افسر آدھے سے زیادہ غلہ خراج کے طور پر نہ لے تاکہ رعایا کو کوئی نقصان نہ ہو۔ اور نہ کوئی بھینٹ، بالادستی، تحصیل داری، پٹہ داری، آمدورفت کا خرچ کوئی ایسی رقم لے جو سرکار سے منع ہے۔ ہر پرگنہ سے ہر فصل کی کچی رسیدیں لیکر ان کا فارسی

---

[1] نگار نامہ ص ۱۴۸ [2] نگار نامہ ص ۱۵۱ [3] نگار نامہ ص ۱۲۴ [4] نگار نامہ ص ۷۱
[5] نگار نامہ ص ۶ [6] نگار نامہ ص ۶۲

میں ترجمہ کرکے دیکھا جائے کہ کسی افسر نے کوئی گڑبڑ تو نہیں کی ہے [1]

کسی ناگہانی آفت آجانے پر غلہ کی وصولی میں رعایت برتی جاتی تھی۔ اور افسروں کو حکم ہوتا تھا کہ موجودہ فصل کا باقاعدہ جائزہ لے کر بٹائی کی تشخیص کریں [2]۔ ایسی صورت میں سرکار کا حصہ بعض مرتبہ صرف تہائی رہ جاتا تھا [3] اسی طرح جب شاہی لشکر کسی علاقہ سے گذرتا تھا تو ایک افسر پامال کھیتوں کا سروے کرتا تھا، جس کے مطابق حکومت کاشتکاروں کو نقصان کا معاوضہ دیتی تھی [4]

اورنگزیب کے مختلف فرامین میں زراعت کی بہتری اور کاشتکاروں کی بہبود کی بار بار تاکید ہوتی تھی۔ حکومت اس بات کی پوری کوشش کرتی تھی کہ غیر آباد زمین آباد ہو۔ ویران موضع بسائے جائیں اور لوگ خوش حال زندگی گذاریں۔ رسکداس کے نام ایک فرمان کے آخر میں ہے:۔

اگر تم ہر قریہ میں پہنچ کر لائق زراعت آراضی کی کاشت اور اچھے اناج کی زیادہ پیدا کی کوشش کرو تو پرگنے آباد اور رعایا خوش حال ہوگی اور محصول بھی زیادہ ہوگا۔ اور اگر کوئی آفت بھی آجائے گی تو پیداوار کی کثرت کی وجہ سے محصول میں کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا

یہ بھی معلوم کرو کہ آباد موضعے کتنے ہیں اور ویران کتنے؟ اور ویرانی کا سبب کیا ہے۔ ان حالات کے علم کے بعد ویران دیہات کو آباد کرنے، قابل زراعت آراضی پر کاشت کرنے اور اچھا اناج زیادہ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ بیکار کنوؤں کی مرمت کراؤ اور نئے کنویں کھدوا اور رعایا میں کسی پر ظلم نہ ہو [5]

ان بنیادی باتوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر ہوا، نگارنامہ سے بعض اور دلچسپ

---

[1] نگارنامہ ص ۸۰ [2] نگارنامہ ص ۱۰۰ [3] نگارنامہ ص ۱۲۳ [4] نگارنامہ ص ۹۷

[5] نگارنامہ ص ۱۲۴

باتوں کا بھی علم ہوتا ہے۔ مثلاً ایران سے جو نادر چیزیں آتی تھیں، ان میں گھوڑے زیادہ پسند کئے جاتے تھے[1] مہمانوں کی تواضع پان کے بیڑے سے ہوتی تھی[2] جب شاہی خاندان میں کوئی ولادت ہوتی تھی تو بادشاہ سے نام کی درخواست کی جاتی تھی[3] ایسے موقعہ پر بادشاہ کی خدمت میں ایک گراں قدر نذر پیش کی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک خط میں ایک ہزار اشرفی اور دوسرے میں نوسو مہر طلا کا ذکر ہے[4]

ایک خط میں جونپور کے بارے میں یہ دلچسپ ذکر ہے:۔

"از گوشۂ جونپور طبیعت چنداں محظوظ نیست۔ برای مشق توکل اقامت این دیار بسیار خوب است"[5]

جب بیدر کا قلعہ فتح ہوا تو ۲۳۰ توپیں ہاتھ آئیں[6] اس دور میں محمد حسین ایک مشہور توپ ریز تھے جن کی ڈھالی ہوئی توپیں دولت آباد کے قلعہ میں تھیں[7]

فوج کو کرایہ کے اونٹ سپلائی کئے جاتے تھے۔ شہزادہ معز الدین کی فوج کو ایک شخص نے ۷۰۰ اونٹ سپلائی کئے تھے[8]۔ ہاتھیوں کی دیکھ ریکھ کا باقاعدہ انتظام تھا۔ اور فیل خانہ کا انچارج وقتاً فوقتاً اپنی رپورٹ بھیجتا تھا۔ ایک عریضہ میں وہ لکھتا ہے کہ حسب الحکم شاہی ہاتھیوں کا معائنہ ہوا۔ اس بار میں کوہ رواں کچھ دبلا نظر آیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خوراک برابر نہیں ملتی۔ جو پرگنہ یہاں کی ضرورت کے لئے الاٹ کیا گیا تھا پہلے اس کی آمدنی تین لاکھ تھی اب صرف ۳۶ ہزار رہ گئی ہے[9]

---

[1] نگارنامہ ص ۱۶۹ [2] نگارنامہ ص ۱۹۶ [3] نگارنامہ ص ۱۲، ۱۵۸

[4] " " ۳۷، ۵۵ [5] " " ۱۹۹ [6] " " ۱۷۱

[7] " " ۱۸۶ [8] " " ۲۱ [9] " " ۱۶۵